پیہم سجود پائے صنم پر دم وداع　　　مومن خدا کو بھول گئے اضطراب میں

اور ایک پاکستان کیا؟ پورا عالم اسلام اور اس کے دیندار اور دنیادار سب طبقات اس حمام زر پرستی میں ننگے ہیں، خواجہ صاحب کو اس کا سخت ملال اور رنج تھا میں نے ۱۹۷۶ء کے اپنے سفرنامۂ پاکستان میں لکھا ہے کہ ایک دن خواجہ صاحب علی الصباح میرے ہوٹل میں تشریف لے آئے اور عالم اسلام کے حال اور مستقبل پر گفتگو شروع کر دی، گفتگو کرتے کرتے انھوں نے قرآن مجید کی وہ آیت پڑھی جس میں ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی شکایت کرتے ہوئے فرمائیں گے: اے میرے رب ان لوگوں نے قرآن کو پس پشت ڈال رکھا تھا" خواجہ صاحب نے یہ آیت ابھی پوری کی بھی نہیں تھی کہ ان پر گریہ طاری ہو گیا اور آنسوؤں کا سیلاب ان کے دیدۂ تر سے پھٹ پڑا۔

خواجہ صاحب میں جذباتیت شدید قسم کی تھی، اس بنا پر بعض اوقات ان کے افکار و خیالات نقطۂ اعتدال و توازن سے منحرف ہو جاتے تھے، لیکن مجھ پر ان کو اعتماد تھا اس لیے میں خطوط میں اس کی اصلاح کرتا رہتا تھا۔ مرحوم اس بات کے خود معترف بھی تھے، چنانچہ ایک خط میں انھوں نے لکھا: شروع میں میں مولانا ابوالکلام آزاد سے بہت متاثر تھا لیکن بعد میں یہ تاثر کم ہو گیا۔ البتہ مولانا عبیداللہ سندھی، ڈاکٹر اقبال اور آپ کے افکار و خیالات کا نقش میرے دل و دماغ پر بہت گہرا ہے"۔

خواجہ صاحب پاکستان کی ایک اہم اور نمایاں علمی و ادبی شخصیت تھے اور اس لیے ان کی وفات ایک عظیم قومی حادثہ بھی ہے، لیکن کیا کیجیے، بقول غالب:

صبر کرتے ہی بنے گی غالب　　　واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

میاں اسلم کا خط ملتے ہی میں نے بھابی صاحبہ کو (جو اخلاق و عادات اور حسن ذوق میں صحیح اپنے مرحوم شوہر کا پرتو ہیں) تعزیت نامہ میں لکھا تھا: بھابی! میں اپنی رفیقۂ حیات کی آغوش محبت سے پہلے ہی محروم ہو گیا تھا جس کا زخم مندمل ہونے کے بجائے ہر دم اور ہر آن تازہ ہے، حیف کہ اب آپ کے سر سے بھی آپ کے شریک زندگی کا سایۂ رحمت و الفت اٹھ گیا۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں　　　تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

تبصرے

مکتوبات ماجدی جلد اول

تقطیع متوسط۔ طباعت وکتابت اور کاغذ اعلیٰ، ضخامت ۲۲۴ صفحات
قیمت مجلد -/۴۵ روپے۔ پتہ ادارۂ انشائے ماجدی۔ کلکتہ۔

مولانا عبدالماجد دریا بادی اپنے علمی و عملی اوصاف و کمالات کے علاوہ اردو زبان کے بلند پایہ صاحب طرز ادیب اور انشاء پرداز تھے، اس لیے آپ کے قلم کا ز ایک ایک فقرہ بلاغت و حسن انشا کا شاہکار اور فنکار ادب کے لیے ایک جرعۂ جاں شکار ہوتا تھا، خوشی کی بات ہے، مولانا نے اپنے خطوط کی نقول کو محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا تھا۔ اس طرح کم و بیش مولانا کے گیارہ ہزار خطوط ضائع ہونے سے بچ رہے، اور مولانا کے فاضل بھتیجے اور داماد پروفیسر محمد ہاشم قدوائی اور حکیم عبدالقوی صاحبان نے ان خطوط کو ڈٹ کر کے شائع کرنے کا منصوبہ بنا لیا، زیر تبصرہ کتاب اسی زنجیر طلائی کی پہلی کڑی ہے، یہ جلد دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ کا نام "دلکو یادوں بھی مکتوبات" ہے اور دوسرا حصہ دلدوز تعزیتی مکتوبات ارباب شعر و ادب اور بعض مشاہیر فن کے نام ہیں۔ اور دوسرے حصہ کے مکتوب الیہم عزیز قریب اور دوست احباب ہیں، ان مکاتیب میں زبان و بیان کی لطافت اور حسن انشا بھی ہے اور زبان و بلاغت کے نکات بھی۔ روزمرہ کی لکھنوی زبان کے چٹخارے اور ضلع جگت بھی۔ مولانا مختصر نویسی کے عادی تھے، اس لیے یہ خطوط بھی مختصر ہیں۔ لیکن بلاغت کی جان ہیں۔ خدا کرے مکاتیب کی باقی جلدیں بھی جلد شائع ہوں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان مکاتیب کی اشاعت سے اردو زبان کے مکاتیبی لٹریچر میں بڑا قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔

سرسید کی کہانی ان کی اپنی زبانی از جناب ضیاء الدین لاہوری، تقطیع خورد،